بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم چودھری عبدالغفار صاحب وکیل دفتری

لندن
3.11.05

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نویسندہ خلاصۃً اختصار تعارف یہ ہے کہ میرا نام محمد ابراہیم، مجلس انصار اللہ پاکستان ربوہ کا پرانا واقف زندگی خادم ہوں۔ پاکستان میں متعدد جماعتی مقدمات کی وجہ سے حسب ہدایت نظام جماعت پاکستان چھوڑنا پڑا اور اب دو سال سے لندن میں مقیم ہوں۔ اور یہاں بھی یو کے کے نیشنل دفتر انصار اللہ میں سلور اینڈ نیشنل قائد عمومی کے زیر ہی خدمات بجا لا رہا ہوں۔

محمد رفیق سابق صدر جماعت [illegible] وکیل میرا بیٹا ہے۔

آپ کی والدہ محترمہ بزرگ خاتون تھیں احمدیت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا جب وہ ہمارے گھر ملنے آتی تھیں تو اکثر احمدیت کی باتیں کرتی تھیں۔ آپ کے بڑے بھائی چودھری عبدالسلام اور عبدالستار بھی اپنی شرافت اور سادگی کی وجہ سے ہمارے لئے قابل احترام ہیں۔

آپ نے اب جو نیا رشتہ اختیار کیا ہے اس کے بارے میں مجھے علم ہے آپ کے سسر مکرم ڈاکٹر محمد شریف صاحب اور چودھری رشید احمد صاحب [illegible] مجھے یہاں اکثر ملتے رہتے ہیں۔ میں اگست میں دفتری کام تھا 18 سے 25 اگست تک میں وہیں رہا ایک ہفتہ ٹھہر سکا تھا۔ آپ کی والدہ اور بھائیوں [illegible] اور عزت گاہ کی جماعت کے عہدیداران سے ملا ہوں مجھے آپ سے ملنے پر مجبور کرتا تھا مگر لاہور میں آپ سے مل نہ سکا۔

میں رمضان المبارک کے 24 اکتوبر تا 3 نومبر 2005ء یورپ کی سب سے بڑی اور خوبصورت مسجد بیت الفتوح میں اعتکاف بیٹھا ہوں۔ آج رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے بلانے پر چند دوست جو مجلس عاملہ انصار اللہ یو کے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں وہ نیشنل دفتر انصار اللہ (بیت الفتوح) میں آئے ہیں ان کا تعلق انصار اللہ کے شعبہ ایثار کے ساتھ ہے ان میں آپ بھی شامل ہیں خوبصورت لباس میں آپ بھلے معلوم ہوتے ہیں میں ان دوستوں کو کچھ باتیں بتا رہا ہوں جن کو آپ بھی غور سے سن رہے ہیں اور ان پر عمل کرنے کے لئے کمربستہ دکھائی دیتے ہیں۔

P.T.O

اس خواب کی بنا پر ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی واپسی کے سامان کئے ہوں۔ اسی لئے
میں اس خط کے ذریعہ آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو رستہ آپ نے اختیار
کیا ہے وہ سراسر تباہی اور نسل کشی کا رستہ ہے۔ حضرت اقدس کے ساتھ ٹکرانے والی
کئی قومیں اور بادشاہ ملیامیٹ ہو چکے ہیں۔ آپ کی اور ہماری حیثیت ہی
کیا ہے۔ میں بڑے درد بھرے دل کے ساتھ آپ کو نصیحت کرتا ہوں
کہ اس رستہ سے باز آجائیں۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
کی خدمت میں اپنے گناہوں کا اقرار کریں ان سے معافی مانگیں اور
سیدھا رستہ اختیار کریں۔

ہم اپنی حیثیت کو خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں یہاں تو بڑے بڑے
علم والے لوگ گزرے ہم تو کسی گنتی میں نہیں۔ سوچیں۔ غور کریں اور
اپنے متعلقین کو خوشی پہنچائیں۔ کان اللہ معکم۔

والسلام

خاکسار
[illegible]

نوٹ:۔ آپ کا ایڈریس نہ ملنے کی وجہ سے
خط تاخیر سے بھجوا رہا ہوں۔

12. CAITHNESS ROAD
MITCHAM - SURREY
CR4 2EU
London.

Ph. No. 02086484442
office 02086877810

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم　　　　　وعلی عبدہ المسیح الموعود

بخدمت جناب چوہدری محمد ابراہیم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!۔

یاد آوری اور ڈرانے کیلئے آپ کا شکریہ! آپ فرماتے ہیں۔'' آپکی والدہ بڑی بزرگ خاتون تھیں احمدیت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ جب وہ ہمارے گھر ملنے کے لیے آتی تھیں تو اکثر احمدیت کی باتیں کرتی تھیں۔ آپ کے بڑے بھائی چوہدری عبدالسلام اور عبدالستار بھی اپنی شرافت اور سادگی کی وجہ سے ہمارے لیے قابل احترام ہیں۔'' چوہدری صاحب آپکے یہ الفاظ صد فیصد درست ہیں۔ میں اسکی تصدیق اس لیے نہیں کر رہا کہ وہ میری ماں اور بھائی ہیں بلکہ انکی نیکی اور شرافت کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ بات مکمل کرنے کیلئے میں چند باتیں اپنے والد محترم کے متعلق بھی لکھنا چاہتا ہوں۔ شاید آپ جانتے ہوں کہ میرے دادا جی چوہدری مہتاب کے دو چھوٹے بھائی تھے لیکن وہ دونوں لاولد گزر گئے۔ میرے والد چوہدری شیر محمد (مرحوم) اپنے والد کی واحد نرینہ اولاد تھی۔ میرے بزرگ کافی جائداد اور زرعی زمین کے مالک تھے۔ چک لوہٹ کے ارد گرد ہماری ہی زمین پھیلی ہوئی تھی اور ہماری برادری کے لوگ بھی ہمارے مزارعین میں شامل تھے۔ لیکن یہ سب کچھ نہ تو کسی حکمران کی بخشیش تھی اور نہ ہی ہمیں انگریزوں نے کسی غداری کے صلہ میں دیا تھا۔ بلکہ میرے بزرگ انتہائی سادہ اور شریف لوگ تھے اور یہ سب جائداد انہوں نے محنت اور مزدوری سے بنائی تھی۔ اکلوتے بچے اکثر بگڑ جایا کرتے ہیں۔ لیکن میرے والد نے تین بھائیوں کی اکلوتی اور لاڈلی اولاد ہونے کے باوجود بہت سادہ اور غریبانہ مزاج کیساتھ زندگی گزاری تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ تقسیم ہند کے نتیجہ میں بعض فقیر امیر بن گئے اور بعض صاحب ثروت اپنا سب کچھ گنوا بیٹھے۔ ہمارے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔ تقسیم ہند کے بعد ہمارے ہاتھوں سے بہت ساری زمین نکل گئی۔ پھر بھی میرے والد صاحب اپنی برادری میں سب سے زیادہ صاحب جائداد تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اپنی برادری کے لوگوں کو اپنی زمین کاشت کرتے دیکھا ہے۔ میرے والد صاحب احمدیت کے شیدائی تھے۔ موصی بھی تھے اور ساری زندگی جماعتی خدمات بجالاتے رہے۔ میں نے اپنے گاؤں میں اپنے والد صاحب کے متعلق اپنوں اور غیروں بلکہ بڑے بڑے زمینداروں کے منہ سے آپکی شرافت اور پرہیزگاری کا تذکرہ سنا ہے۔ ایک ربوہ کا آدمی تھا وہ مجھے کہنے لگا کہ آپکا والد صرف نام کا شیر نہیں تھا بلکہ دل کا بھی شیر تھا۔ غرباء کا خیال رکھنے والا اور انتہائی عجز و انکساری میں زندگی بسر کرنیوالا۔ موضع ڈاور میں والد صاحب کو قریباً ایک مربع زرعی زمین الاٹ ہو چکی تھی۔ ہماری زمین کے ساتھ ساتھ خودرو سرکنڈوں کا ایک وسیع ویرانہ تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں چھوٹا تھا تو اس ویرانے میں گزرتے ہوئے دن کو بھی ڈر لگتا تھا۔ والد صاحب اپنا زیادہ وقت عبادت میں گزارتے تھے اور زمین حصہ پر مزارعین کو دی ہوئی تھی۔ جب یہ مزارع رات کو کھیتوں میں پانی وغیرہ لگاتے تھے تو وہ اکثر ویرانے میں سے میرے والد صاحب کی رونے کی آوازیں سنا کرتے تھے اور گھر آ کر اپنی عورتوں کو بتاتے تھے کہ ہم شیر محمد کو رات کے وقت ویرانے میں روتے سنتے ہیں۔ پھر ان مزارعین کی بیویاں میری ماں سے پوچھتی تھیں کہ کیا تمھارے میاں بیوی کے درمیان کوئی ناچاکی ہے کیونکہ ہمارے مرد اکثر شیر محمد کی ویرانے میں سے رونے کی آوازیں سنتے ہیں۔ یہ لوگ ان پڑھ تھے ان کو کیا پتہ تھا کہ خدا تعالی کے بندے تنہائی میں اور ویران جنگلوں میں جا کر عبادت کرتے ہیں تا کہ انکا رب ان سے راضی ہو جائے۔ میری ماں ان عورتوں کو سمجھایا کرتی تھیں کہ ہمارے گھر میں کوئی جھگڑا نہیں ہے بلکہ ہم تو بہت خوش ہیں۔ شیر محمد رات کو ویرانے میں جا کر علیحدگی میں اللہ تعالی کی عبادت کرتا ہے۔ اسکے آگے گریہ وزاری کرتا ہے تا کہ وہ اس سے راضی ہو جائے۔ خاکسار قریباً چھ ماہ کا تھا جب والد صاحب رضائے الٰہی کے مطابق ایک دو ماہ بیمار رہ کر انیس (۱۹) ستمبر ۱۹۵۴ء کو انتقال فرما گئے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ جب میرے والد صاحب بیمار تھے تو میری پھوپھیاں بھی ہمارے گھر آئی ہوئی تھیں۔ وفات سے پہلے ایک دن پھوپھیوں نے میرے والد صاحب سے کہا کہ عبدالغفار تو بہت چھوٹا ہے اور آپ اسے کس کے حوالے کر کے جا رہے ہیں؟ تو والد صاحب نے جواباً آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر فرمایا کہ میں اسے اللہ تعالی کے حوالے کر رہا ہوں۔ بوقت موت والد صاحب نے مجھ پر یہ بہت احسان فرمایا جو مجھے کسی انسان کی بجائے اللہ تعالی کے سپرد کیا۔ میں یقیناً بچپن سے ہی اللہ تعالی کے اس مخفی ہاتھ کو اپنے سر پر محسوس کرتا رہا ہوں۔ اور وسط دسمبر ۱۹۸۳ء بروز جمعہ سجدہ سے اٹھ کر میں نے خدا تعالی کے اس مخفی ہاتھ کے جلوے بہت کھلے کھلے طور پر دیکھے ہیں۔

چوہدری صاحب! اب آپ کو پتہ چل گیا ہوگا کہ میں کس بزرگ باپ اور ماں کا بیٹا ہوں۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننا میری عادت نہیں لیکن آپکے خط کے بعد میرے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ میں اختصار کیساتھ اپنا خاندانی پس منظر بیان کروں۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ پیدائش کیساتھ ہی اس عاجز کو یتیمی کا صدمہ سہنا پڑا۔ بچپن میں ہی میرے بھائیوں نے میرے دل میں علم کا شوق پیدا کر دیا اور میں نے بھی اسے حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ میرا بچپن اور میری جوانی ڈاور اور ربوہ میں گزری ہے۔ اللہ تعالی نے ہمیشہ برائیوں سے بچایا اور دنیاوی دلچسپیوں مثلاً زر، زمین اور زن کی محبت سے پاک رکھا۔ اگر کسی نے زیادتی بھی کی تو بھی اللہ تعالی نے ہمیشہ صبر کا دامن چھوڑنے نہیں دیا۔ لوگ سب کچھ بیچ کر اور ہر

قسم کے فراڈ کر کے حصول دولت کیلئے دیارِ غیر میں آئے۔لیکن میں باہر نہیں آنا چاہتا تھا۔اللہ تعالیٰ مجھے مجبور کر کے جرمنی لایا۔یہاں جرمنی کے شہر کیل میں گذشتہ انیس برس سے رہ رہا ہوں۔آپکا لائق فرزند بھی کافی عرصہ کیل میں رہ کر گیا ہے۔آپ اس سے بھی پوچھ لیں اور کیل آ کر بھی میرے کردار اور اخلاق کا پتہ کر لیں۔انشاءاللہ تعالیٰ اپنے اور غیر سب میری سچائی،شرافت اور نیکی کی تصدیق کریں گے۔بلکہ میں تو یہ بھی کہوں گا کہ ۱۲ دسمبر ۲۰۰۳ء تک آپکے نزدیک بھی میں ایک لائق اور شریف النفس انسان تھا۔بچپن سے ہی میں نے اپنے اندر ایک خدائی طاقت کو محسوس کیا۔جس نے مجھے ہر قسم کی دنیاوی آلائشوں سے دور رکھا۔ایک بالا طاقت کی نگرانی میں اپنی زندگی کا سفر طے کرتا رہا۔حتیٰ کہ نیم جوانی میں ہی میں نے سوچنا شروع کر دیا کہ میں دوسرے لوگوں سے مختلف کیوں ہوں؟ یہ میری لاعلمی کا زمانہ تھا۔مجھے کچھ خبر نہیں تھی کہ آئندہ زندگی میں میرا رب مجھ سے کیا مہربان سلوک کرنے والا ہے۔ایک دفعہ اوائل جوانی میں میں نے اپنی بزرگ والدہ سے کہا تھا کہ اے میری ماں! آپ نے مجھے ضرور جنا ہے لیکن میں آپکا بیٹا نہیں۔دوسرے دو بیٹے ضرور تیرے ہیں۔میری ماں یہ سن کر کچھ پریشان ہوگئی کیونکہ وہ میری بات سمجھ نہ سکی۔پھر میں نے اپنی ماں کو پریشان دیکھ کر کہا کہ اے میری ماں میں دنیا کیلئے نہیں بنایا گیا۔میرے اندر دین اسلام کا جوش ہے اور اسے ٹھنڈا کرنا میرے بس کی بات نہیں۔آخر چلتے چلتے میری زندگی میں وہ مبارک لحہ آ گیا کہ ایک سجدہ کی حالت میں میرا رب مجھ پر ظاہر ہوا۔اور میں نے اسکے حکم پر اسکی نوکری اختیار کر لی۔

چوہدری صاحب! وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کے روحانی واقعہ کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کی راہنمائی میں ایک مقالہ (Thesis) لکھا تھا۔اس مقالہ کو پڑھنے والے اولین احباب میں سے ایک آپ بھی تھے۔آپ نے یہ مقالہ پڑھ کر اسکی بے حد تعریف کی تھی اور اپنی خوشنودی سے آگاہ فرمایا تھا۔اس وقت بھی یہ مضمون ''۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کی حقیقت'' پر مبنی تھا۔لیکن میں نے یہ بات آپکو نہیں بتائی تھی اور نہ بتانے کی وجہ یہ تھی کہ وقت سے پہلے ایسی باتیں نہیں بتائی جاتیں۔میرے مضمون کا مزاج چونکہ فلسفیانہ اور سائنسی ہونے کے علاوہ مذہبی بھی تھا۔آپ نے اس مضمون کو پڑھ کر ایک بات مجھے بتائی تھی۔ان دنوں آپ میرے گھر کی طرف یعنی دارالصدر غربی ربوہ کیساتھ جماعتی زمین پر چارہ کاشت کیا کرتے تھے۔ایک دن بوقت ملاقات آپ نے بڑے خوشگوار موڈ میں فرمایا کہ غفار یہ جماعتی لوگ بہت ظالم ہیں اور اپنے سے اختلاف رکھنے والے کو کچل دیا کرتے ہیں۔آج آپ اسی نظام جماعت کے گیت گا رہے ہیں۔

چوہدری صاحب! یہ بات بالکل سچ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد آپکے بیٹے مرزا محمود نے آپکی جماعت کو ایک مذہبی مافیا بنا ڈالا۔یقیناً آپ نے بھی اس مذہبی مافیا کو حضورؑ کی جماعت سمجھتے ہوئے وقف کیا ہوگا اور آپ کو اس وقف کا آپکی نیت کے مطابق اجر بھی ملے گا۔لیکن اس مذہبی مافیا نے تو ایک دجالی اور جاسوسی نظام کیساتھ ہر احمدی کو یرغمال بنا رکھا ہے۔اور مقصد اس کا یہ ہے کہ جس الہامی پیشگوئی پر جھوٹا دعویٰ کر کے قبضہ کیا جا چکا ہے کہیں اس پیشگوئی کا مصداق ظاہر نہ ہو جائے۔اس نظام کا تو یہ حال ہے کہ اگر کوئی احمدی سچی خواب بھی دیکھ لے تو اس بیچارے غریب کی نگرانی شروع ہو جاتی ہے۔ہر احمدی نے اب تک جو جو قربانیاں کی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر ضرور بخشے گا لیکن اسکے باوجود اس نظام جماعت میں سب احمدی حضرت مسیح موعودؑ کے نام پر یرغمال اور اسیر ہیں۔

آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں۔''میں اگست میں جرمنی بھی گیا تھا ۱۸ سے ۲۵ اگست تک میں قریباً ایک ہفتہ ہمبرگ ٹھہرا۔آپکی والدہ اور بھائیوں نیز چک لوہٹ اور غوث گڑھ کی جماعت ہائے احمدیہ کا اخلاص مجھے آپ سے ملنے پر مجبور کرتا تھا مگر بوجوہ میں آپ سے مل نہ سکا۔'' آپکے یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپکو بھی پتہ ہے کہ آپ اس مذہبی مافیا میں یرغمال ہیں۔اگر آپ یرغمال نہ ہوتے تو ضرور میرے پاس آتے اور اگر میں صراط مستقیم سے بھٹک گیا تھا تو میری راہنمائی فرماتے۔یہ تو ایک اخلاقی فریضہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے انسان کو گمراہ خیال کرے تو وہ حتی المقدور اسکی راہنمائی کرے۔لیکن آپ صرف اور صرف یرغمال ہونے کی بدولت میرے پاس تشریف لانے کی جرأت نہ کر سکے۔اگر آتے تو آپ کو پتہ تھا کہ نہ آپکی ٹوپی رہتی اور نہ ہی نوکری۔یہ تو حال ہے آپکے محمودی نظام کا جسے آپ خلافت احمدیہ کا نام دے رہے ہیں۔یہ خلافت احمدیہ نہیں بلکہ محمودی ملوکیت ہے اور اب ضروری ہے کہ احمدیت کو اس غلاظت سے پاک کر کے اسکی جگہ خلافت راشدہ کا نظام جاری کیا جائے جس کا مطمع نظر آنحضورﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہو کہ ''سید القوم خادمھم قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے''۔خلافت احمدیہ کی تو ۱۹۱۴ء میں ہی صف لپیٹ دی گئی تھی۔ہاں خلافت کے نام پر محمودی ملوکیت کی بنیاد ڈالی گئی جو کہ جاری و ساری ہے۔مذہبی ملوکیت کو خلافت کا نام دینے سے وہ خلافت نہیں بن جایا کرتی۔بنی امیہ اور بنی عباس کی خلافتیں کیا خلافت راشدہ تھیں؟ خلیفہ رابع اپنے ۵ دسمبر ۱۹۸۶ء کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہاد آزادی ضمیر کے لیے کیا تھا اور وہ جہاد تمام بنی نوع انسان کی خاطر کیا گیا ہے،صرف اسلام کی خاطر نہیں کیا گیا۔ہمیشہ سے جب سے انسان انسانیت کو پاؤں تلے روندنے والوں سے مقابلہ کرتا چلا آ رہا ہے۔جب سے آزادی ضمیر کی خاطر کسی نوع کی جنگ بھی جاری ہے،سب سے زیادہ اس مضمون میں عظیم الشان اور کامل جہاد حضرت اقدس محمد مصطفےٰ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔آپ کے مطالبات اس مضمون میں یہ تھے کہ سب سے پہلے آپ نے سوسائٹی کو اس

طرف متوجہ کیا کہ ہر شخص اپنی سوچوں اور اپنے ایمان میں آزاد ہے۔کوئی حق نہیں ہے کسی کا کہ کسی کی سوچ پر اور اسکے ایمان پر، اس کے نظریات پر کسی قسم کی قدغن لگائے اور جبراً ان کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے۔یہ جو اعلان ہے یہ اسلام کے لیے نہیں ہے بڑی جہالت ہے اگر اسے یہ سمجھا جائے کہ صرف اسلام کی خاطر ہے۔یہ تو آزادی ضمیر کا جہاد ہے، شرف انسانی کو قائم کرنے والا جہاد ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان حق نہیں رکھتا کہ کسی اور انسان کے نظریات کو اور اس کے خیالات کو، اس کی سوچوں کو تبدیل کرے زبردستی یا اس پر جبر کے تالے لگادے اور اس کو ان سوچوں کے اظہار کا حق نہ ہو۔تو یہ دوسرا جہاد کا پہلو یہ تھا۔آپ نے یہ فرمایا اور قرآن کریم اس مضمون کو کثرت سے بیان کرتا ہے کہ صرف یہ نہیں کہ انسان کو خود اپنی سوچوں میں آزادی نصیب ہے بلکہ اس کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ جو وہ سوچتا ہے، جو وہ دیکھتا ہے، جو وہ سمجھتا ہے اسے دوسروں سے بیان کرے اور اس کا نام بلاغ ہے پہنچانا۔جب وہ بیان کردے تو پھر لست علیھم بمصیطر کا مضمون شروع ہوجاتا ہے۔بیان کرنا مبین طریق پر، کھول کھول کر یہ تو فرض ہے ہر انسان کا، اس کا حق ہے لیکن جبر کو اس میں دخل نہیں ہوگا۔کسی قسم کے جبر کی اجازت نہیں ہوگی۔چوتھا پہلو اس جہاد کا یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اسکے نتیجے میں بات مان لے اور اپنے خیالات تبدیل کردے تو ہرگز کسی دوسرے کا حق یہ نہیں ہے کہ وہ زبردستی اس کو اس تبدیلی خیال سے روکے اور کہے کہ ہرگز ہم تمہیں اپنا خیال تبدیل نہیں کرنے دیں گے اور اسکے نتیجے میں خیال تبدیل کروانے والے کو سزائیں دیں اور اسکو بھی مارے اور اس کی مخالفت بھی جسمانی طور پر کرے، ہر قسم کی تعزیری کاروائی اس کے خلاف کرے۔کہ چونکہ تم ہماری سوسائٹی کے خیال تبدیل کررہے ہو اس لیے ہم حق رکھتے ہیں کہ تمہارے گھر لوٹیں اور تمہارے گھر جلائیں، تمہارے اموال لوٹیں تمہیں ذبح کریں تمہیں ہر قسم کی اذیتیں پہنچائیں، قانونی روکیں ڈالیں قید میں تمہیں دھکیلیں کیونکہ تمہیں کوئی حق نہیں کہ سوسائٹی کے خیال تبدیل کرو۔

تو پہلا حصہ مضمون کا ایسے خیالات سے تعلق رکھتا ہے جو طبعاً ہر انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں یا وہ لیکر پیدا ہوا ہے۔اپنے ماں باپ سے ورثے میں پائے ہیں اس میں تبدیلی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔کسی قسم کے وہ خیالات ہوں، سچ ہوں، جھوٹ ہوں، نورانی ہوں یا ظلماتی ہوں اس سے بحث ہی کوئی نہیں۔اعلان آپ کا یہ تھا اور یہ قرآن کریم نے بار بار بڑی تحدی سے اعلان فرمایا کہ ہر انسان آزاد ہے اپنی سوچوں میں۔اس کی سوچوں پر کوئی پہرے نہیں لگائے جاسکتے۔دوسرا اعلان یہ کہ اپنی سوچوں کے بیان کرنے میں آزاد ہے۔تیسرا اعلان یہ کہ اس بیان کو سن کر اگر کوئی اپنی سوچیں تبدیل کرے تو اس پر دخل دینے کا بھی کسی کو حق نہیں۔چوتھا یہ کہ اس بات کو جرم نہیں سمجھا جائے گا کہ کوئی اپنے خیالات بیان کرکے کسی دوسرے کے خیالات تبدیل کررہا ہے اور اسکے نتیجے میں اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔یہ عظیم الشان آزادی ضمیر کا جہاد ہے جو آج بھی تمام انسان کو متوجہ کر رہا ہے اپنی طرف۔آج جتنی جدوجہد ہے انسانی زندگی میں اس میں جتنی خرابیاں نظر آرہی ہیں، ان خرابیوں کا آپ تجزیہ کریں تو ہر جگہ آپ کو ان بنیادی ہدایات سے روکشی نظر آئے گی۔تب وہ خرابی پیدا ہوگی۔کوئی شخص ان حقوق میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔کوئی حکومت ان حقوق میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کرتی ہے۔اسکے نتیجے میں فساد پیدا ہوتا ہے، دکھ پیدا ہوتا ہے، ظلم پیدا ہوتا ہے۔نظریاتی جدوجہد خون خرابے کی جدوجہد میں تبدیل ہوجاتی ہے۔اور پھر جھوٹے اور مصنوئی اعلان کرنے والے یہ اعلان کرتے ہیں کہ نہیں نہیں ہم تو آزادی ضمیر کی خاطر لڑائی کررہے ہیں اور دوسرے مقابل پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ نہیں نہیں ہم تو آزادی ضمیر کی خاطر جہاد کررہے ہیں تم زبردستی بدلا رہے ہو۔کوئی پہلے فریق پر الزام لگاتا ہے، وہی الزام پہلا فریق دوسرے پر لگاتا ہے۔تو بنیادی طور پر جہاں بھی نظریات میں کسی قسم کے جبر کی اجازت دی جائے اور نظریات تبدیل ہونے کا جو منظر ہے یہ برداشت نہ ہوسکے کسی سے۔اپنے بچوں کو دیکھ رہا ہو کہ کسی کی بات سن کر اس سے متاثر ہورہے ہیں اور اپنے خیالات بدل رہے ہیں۔اسکے سینے میں ایک آگ لگ جائے، وہ کہے کہ میں یہ نہیں ہونے دونگا۔ہر ایسے شخص کے مقابل پر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا جہاد کھڑا ہوجائے گا آزادی ضمیر کے نام پر جو آپ نے جہاد کیا۔اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اسکی تائید کرے جس نے واقعتاً دلائل کے نتیجے میں اپنا مذہب تبدیل کیا ہے، اپنے خیالات تبدیل کئے ہیں اور ہر ایسی جبر کی کوشش کا مقابلہ کرے جو ان بنیادی انسانی حقوق میں مداخلت کرے۔☆ (خطبہ جمعہ ۵ دسمبر ۱۹۸۶)

جناب چوہدری صاحب! اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو جو آزادی ضمیر کا حق بخشا ہے۔میرے خیال میں خلیفہ رابع نے اپنے الفاظ میں اسکی بہت خوبصورت وضاحت فرمائی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ خلیفہ رابع نے آزادی ضمیر کی جو تشریح فرمائی ہے اور جس کا وہ اللہ تعالی اور رسول ﷺ کے نام پر اہل دنیا سے تقاضا کررہے ہیں۔کیا وہ یہ حق حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی ذریت کو بھی دینے کیلئے تیار تھے؟ قطعاً نہیں۔حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی اولاد کیا بھیڑ بکریاں اور کیڑے مکوڑے ہیں؟ یہ آزادی ضمیر کا حق کیا صرف مرزا محمود اور اس کے جانشینوں کیلئے ہے؟ اس سے بڑا ظلم اور جھوٹ اور کیا ہوسکتا ہے کہ کوئی انسان دوسروں سے تو ایک حق کا مطالبہ کرے لیکن وہی حق دوسروں کو دینے کیلئے تیار نہ ہو؟ میرا آپ سے سوال ہے کہ کیا ایسا مکر کرنے والے مرزا محمود اور اسکے جانشین اسلامی خلفاء یا خلفائے راشدین کہلا سکتے ہیں؟ کیا محمودیت خلافت راشدہ ہوسکتی ہے؟ ان لوگوں کے متعلق تم خلفائے راشدین ہونے کا تصور بھی نہیں کرسکتے چہ جائیکہ یہ خلفائے راشدین ہوں۔ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿یایھا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون o کبر مقتًا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون﴾ (۶۱۔۳،۴) ترجمہ۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو!

تم کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

کیا اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں ایسے لوگوں کو جنکے قول و فعل میں تضاد ہو جھوٹے اور گناہ گار نہیں ٹھہرا رہا؟ چوہدری صاحب! آپ کس خلافت احمدیہ کی بات کر رہے ہیں؟ محمودیت کا دنیائے مذہب میں وہی طریقہ کار ہے جو دنیائے سیاست میں امریکہ اور اسکے صدر کا ہے۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ امریکہ کو ہر قسم کی طاقت اور اختیار حاصل ہے اور وہ پسند نہیں کرتا کہ دنیا کا کوئی اور ملک خاص کر مسلمان ممالک میں سے بھی کوئی ایسی طاقت اور اختیار حاصل کر لے۔ اسکی نظر میں کوئی اقوام متحدہ، کوئی انٹرنیشنل چارٹر نہیں۔ اسکی نظر میں کوئی قانون اور کوئی قاعدہ نہیں۔ اسکی خواہش اور مرضی حرف آخر ہے۔ جس ملک پر چاہے لاؤ لشکر لیکر چڑھ دوڑتا ہے۔ وہ پہلے سمجھاتا ہے، پھر ڈراتا ہے اور آخر میں ختم کرتا ہے۔ پہلے افغانستان کو ملیامیٹ کیا۔ پھر عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور آجکل شمالی کوریا اور ایران کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ کل ہی امریکی صدر نے یہ بیان دیا ہے کہ اگر امریکہ کو کسی اور ملک پر حملہ کرنے کی ضرورت پڑی تو وہ اس سے بھی گریز نہیں کرے گا۔ چوہدری صاحب! دنیا مذہب میں یہی رول (role) محمودی نظام اور اسکے سربراہ کا رہا ہے۔ نہ کوئی دوسرا مذہب انکی نظر میں کوئی حیثیت رکھتا ہے اور نہ ہی اسکے ماننے والے کا کوئی حق اور احمدی بیچارہ تو بے دام غلام ہے۔ جب چاہا اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ انکی نظر میں ہر قسم کا حق صرف محمودی سربراہ اور اس کے جاسوسی نظام کو حاصل ہے۔ امریکہ اور اس کا صدر جو ظلم و ستم کرتے ہیں اس کی تو سمجھ آتی ہے کہ یہ سب کچھ سیاست کے نام پر ہوتا ہے۔ لیکن حیرت ہے محمودی جانشینوں اور انکے دجالی نظام پر کہ یہ سب غنڈی گردی خدا اور حقیقی اسلام کے نام پر کر رہے ہیں۔ اگر امریکہ دجال ہے تو محمودیت اس سے بڑھ کر دجالیت ہے۔ یہ ایک ایسا گند ہے کہ اگر ہر قسم کی خباثت لے کر اس کا معجون بنایا جائے تو محمودیت وجود میں آجاتی ہے۔ جس طرح آج یہودیت اور یزیدیت ایک گالی سمجھی جاتی ہیں بالکل اسی طرح آئندہ زمانے میں محمودیت بھی ایک بدتر گالی سمجھی جائے گی۔ آپ میری باتوں پر غور کرنا اور سوچنا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والوں پر محمودیت کی شکل میں کیا فراڈ ہوا ہے؟ یہ ایک ایسا خطرناک مذہبی رویہ ہے جس سے صدیوں جان نہیں چھڑائی جا سکتی۔ ڈاکٹر وحید عشرت اسسٹنٹ ڈائریکٹر اقبال اکادمی پاکستان اسی ضمن میں فرماتے ہیں۔

”تاہم اس (فلسفہ اخلاق کے مذہبی۔ ناقل) رویے کے دو بنیادی نکات ہمیشہ ہی انسانوں کے اجتماعی رویے میں بے اطمینانی کو ظاہر کرتے رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ خدا کے نام پر ایک خاص طبقہ وجود میں آجاتا ہے جو خدا کی مرضی اور منشا کا خود کو شارح بنالیتا ہے یا اسے سمجھ لیا جاتا ہے اب وہ خود ساختہ شارح آہستہ آہستہ خدا کی مرضی کی اطلاقی تعبیرات میں اپنی مرضی کو شامل کرتا ہے اور بالآخر اسکی اپنی مرضی یا لذتیت پرستی تقدس اور مذہب کا روپ دھار لیتی ہے اور خدا اس میں سے آہستہ آہستہ غائب ہو جاتا ہے۔ یہ رویہ اتنا خطرناک ہے اور یہ گروہ مذہب کے نام پر اتنا طاقتور بن جاتا ہے کہ صدیوں اسکے اثر و نفوذ کو توڑا نہیں جا سکتا۔ جمود، غیر خلاق رویہ اور تعزیر و تہدید اسکی علامتیں بن جاتی ہیں۔ اور اس طرح یہ اخلاقی رویہ ایک ایسا گنبد بے در بن جاتا ہے جس میں داخل ہونے کا راستہ تو ہے مگر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔“ (اخلاقیات کے پانچ نظریے، مصنفہ شاہدہ ارشد صفحات ۱۶ تا ۱۷)

حیثیت۔ آپ نے اپنے خط میں بار بار میری حیثیت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ الحمدللہ میں ایک معزز والدین اور معزز خاندان کا چشم و چراغ ہوں اور اس کا ذکر میں اوپر کر آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو اپنی رحمت اور فضل سے نوازتا ہے تو وہ اپنے اس بندے کی دنیاوی حیثیت کو نہیں دیکھتا بلکہ اسکی نظر دلوں پر ہوتی ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک صدی قبل حضرت مرزا غلام احمدؑ کی اپنے ماحول میں کیا حیثیت تھی؟ آپؑ ایک دنیادار ماحول میں پیدا ہوئے۔ آپکے والد اور بھائی ساری زندگی دنیاوی مقدمات میں الجھے رہے۔ سیرت المہدی سے پتہ چلتا ہے کہ آپکی ایک بڑی بہن محترمہ مراد بی بی ایک خدا رسیدہ اور صالح فطرت خاتون تھیں۔ باقی ساری برادری بے دین تھی۔ آپکے مالی حالات بھی کچھ اچھے نہیں تھے۔ اگر اچھے ہوتے تو آپؑ براہین احمدیہ کی طباعت کیلئے کتاب کی ایڈوانس خرید کیلئے اشتہار نہ دیتے۔ اسی طرح دونوں جہانوں کے سردار حضرت محمد ﷺ کیا کسی بادشاہ کے بیٹے تھے؟ آپ ﷺ پیدائشی یتیم تھے۔ بڑے ہو کر نوکری بھی کی اور لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں۔ اسی طرح اپنے ماحول میں حضرت موسیٰؑ بھی ایک گڈریا تھے اور ایک گڈریے کی حیثیت کو تو آپ خوب جانتے ہی ہیں۔ حضرت عیسیٰ ناصریؑ پیدا ہوتے ہی مظلوم تھے۔ بدبخت یہودی آپؑ کے تولد کو ہی ناجائز سمجھتے تھے۔ ایک بڑھئی کے گھر میں پرورش پائی اور بڑھئی کا کام ہی آپ کرتے تھے۔ ایک دفعہ پوچھنے پر آپؑ نے فرمایا۔ ” ﴿ کہ لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابن آدم کیلئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں ﴾ (لوقا باب: ۹ آیت۔ ۵۸)۔ چوہدری صاحب! جتنے بھی انبیاءؑ اور دیگر مصلحین دنیا میں بغرض اصلاح کھڑے ہوئے انکی اکثریت غریب گھرانوں میں پیدا ہوئی تھی۔ اگر آپ ان برگزیدہ انسانوں کے وقت میں ہوتے تو ضرور انہیں بھی ایسا ہی خط لکھتے۔ کسی بڑھئی کے گھر میں پیدا ہونا میرے نزدیک کوئی جائے اعتراض نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آپ ایسے لوگوں نے میری حیثیت پر بھی اعتراض کرنا تھا لہذا اس نے مجھے کسی بڑھئی کے گھر میں پیدا نہیں کیا بلکہ ایک معزز زمیندار خاندان میں پیدا کیا۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نظر دنیاوی حیثیت پر نہیں بلکہ دلوں پر ہوتی ہے۔ اگر دنیاوی حیثیت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ ان کا انتخاب کرتا تو میرے خیال میں ان میں سے ایک بھی نبی یا مصلح نہ بنتا۔ جہاں تک غلام مسیح الزماں کا تعلق ہے تو آپکا میری حیثیت پر اعتراض کرنا تو میری سچائی کی دلیل ہے۔ حضورؑ اسی موعود غلام کے

سلسلے میں فرماتے ہیں۔

"اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھیرے۔ جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔ "(روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶، ۳۰۷)

چوہدری صاحب! جہاں تک میری خاندانی حیثیت کا تعلق ہے تو الحمدللہ میں ایک صاحب جائداد اور صاحب عزت باپ کا بیٹا ہوں۔ ہم کسی کے مقروض نہیں رہے۔ ہم نسل در نسل حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو غلبۂ اسلام کیلئے مالی اور دیگر ہر قسم کی قربانیاں پیش کرتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن ہمیں پتہ نہیں تھا کہ حضورؑ کی جماعت کا تو قبلہ ہی بدل دیا گیا ہے۔ غلبۂ اسلام کی جگہ غلبۂ خاندان نے لے لی ہے۔ ہم کیا بلکہ سارے احمدی بیچارے ان مذہبی بھیڑیوں کو پال رہے ہیں جنہوں نے ایک دجالی اور جاسوسی نظام کے ساتھ اخراج اور مقاطعہ کی بدنام زمانہ سزائیں نافذ کر کے ہر احمدی کی عزت اپنے ہاتھ میں لے رکھی ہے۔

یہاں ایک سچا واقعہ لکھتا ہوں۔ چونکہ آپ نے میری حیثیت کے متعلق بات کی ہے لہذا مجبوراً کراہت کیساتھ اس واقعہ کو یہاں نقل کرتا ہوں۔ میرے والد صاحب ۱۹ ستمبر ۱۹۵۴ء کے دن فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ تقسیم سے پہلے میرے والد صاحب نے لدھیانہ شہر میں اپنے بچوں کی تعلیم کیلئے ایک پختہ اور بڑا مکان خریدا تھا۔ لیکن تقسیم کے بعد ہمارے والد صاحب سب کچھ چھوڑ کر پاکستان آگئے۔ اور ربوہ کے مغرب میں موضع ڈاور میں آباد ہو گئے۔ یہیں پر ہمیں زرعی زمین الاٹ ہوگئی۔ اور ساتھ ہی ہمارے لدھیانہ شہر کے مکان کے مبلغ ۵۰۰۰ روپے بھی مل گئے۔ یہ ایسا بحرانی وقت تھا کہ بڑے بڑے لوگ بھی بھیک مانگنے پر مجبور تھے۔ مرزا حنیف احمد ابن مصلح موعود کو کسی ذریعہ سے پتہ چل گیا کہ چوہدری شیر محمد کے پاس کافی پیسے ہیں۔ والد صاحب کی وفات سے چند سال پہلے آپکے خود ساختہ مصلح موعود کا فرزند مرزا حنیف احمد ہمارے ڈیرے پر آیا اور ہمارے والد صاحب سے کہنے لگا کہ چوہدری صاحب آئیں مل کر کاروبار کریں۔ میرے والد صاحب نے مرزا حنیف احمد کو سمجھا دیا کہ ہم آپکے ساتھ کاروبار نہیں کر سکتے۔ اس طرح میرا والد صاحب مرزا حنیف احمد سے تو بچ گیا لیکن ایک دوسرے ٹھگ رشتے دار کے ہتھے چڑھ گیا۔ ہمارے والد صاحب کی وفات کے بعد اس ٹھگ رشتے دار نے ہمارے ساتھ جو کیا یہ ایک لمبی دردناک داستان ہے لہذا سردست اسکو چھوڑتا ہوں۔ چوہدری صاحب! میری والدہ صاحبہ جولائی ۲۰۰۴ء میں فوت ہو چکی ہیں۔ لیکن میرے بڑے بھائی زندہ ہیں اور آپ اگر چاہیں تو اس واقعہ کی ان سے تصدیق کر سکتے ہیں۔ یہ ایک سچا واقعہ ہے۔ تقسیم ہند کی تباہ کاریوں کے باوجود میرا والد صاحب ثروت تھا۔ لیکن آپکے مصلح موعود کی اولاد اس وقت مفلس تھی۔ اگر یہ مفلس نہ ہوتی تو کبھی بھی مرزا حنیف احمد میرے والد کے پاس نہ آتا۔ چوہدری شیر محمد کی اولاد تو مالی قربانیاں دیتی چلی گئی اور خود ساختہ مصلح موعود کی اولاد کی کوٹھیاں بنتی چلی گئیں۔ چوہدری صاحب! میرا آپ سے سوال ہے کہ خلیفہ ثانی کے پاس وہ کونسی گدڑ سنگھی تھی جسکے نتیجہ میں وہ تو مالدار ہوتے چلے گئے اور ہم غریب تر ہوتے چلے گئے۔ کیا آپ اس کا کوئی جواب دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ان لوگوں نے مذہب اور دین کے بھیس میں خوب دنیا کمائی ہے جبکہ بانئے جماعت کا اس ضمن میں فتوی درج ذیل ہے۔

"بعض لوگ تو کھلے طور پر طالب دنیا ہیں اور ان کی ساری کوششیں اور تگ ودو دنیا تک محدود ہے۔ لیکن بعض لوگ ہیں تو اسی مردود دنیا کے طلبگار۔ مگر وہ اس پر دین کی چادر ڈالتے ہیں۔ جب اس چادر کو اٹھایا جاوے تو وہی نجاست اور بدبو موجود ہے۔ یہ گروہ پہلے گروہ کی نسبت زیادہ خطرناک اور نقصان رساں ہے۔ اکثر لوگ جب ان دینداروں کی حالت کو دیکھتے ہیں تو وہ دہریئے ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ انکے اعمال کو انکے اقوال کیساتھ کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا۔" (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۴۱)

نیا راستہ۔ آپ اپنے خط میں فرماتے ہیں۔ "میں اس خط کے ذریعہ آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو راستہ آپ نے اختیار کیا ہے وہ سراسر تباہی اور نسل کشی کا راستہ ہے خلافت احمدیہ کیساتھ ٹکرانے والی تو حکومتیں اور بادشاہ ملیامیٹ ہو چکے ہیں آپ کی اور ہماری حیثیت ہی کیا ہے۔ میں بڑے درد بھرے دل کیساتھ آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس راستہ سے باز آجائیں۔"

چوہدری صاحب! آپ جانتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے قومی بتوں کو توڑا تھا تو بظاہر آپؑ نے ایک نیا راستہ اختیار کیا تھا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت ابراہیمؑ کا اختیار کردہ نیا راستہ غلط تھا؟ اسی طرح حضرت موسیٰؑ بھی بحکم الٰہی فرعون کے آگے آکھڑا ہوا اور اس نے فرعون سے کہا کہ تم نے بنی اسرائیل کو کیوں غلام بنایا ہوا ہے؟ حضرت موسیٰؑ کا یہ راستہ بھی نیا تھا۔ میرا آپ سے پھر سوال ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا اختیار کردہ یہ نیا راستہ کیا غلط تھا؟ اسی طرح حضرت مسیح ناصریؑ اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے بھی نئے راستے اختیار کیے تھے۔ کیا انکے اختیار کردہ نئے راستے غلط تھے؟ ایک صدی قبل بانئے جماعت حضرت مرزا غلام احمدؑ نے بھی امت مسلمہ کے عقائد کے برخلاف ایک نیا راستہ اختیار کیا تھا اور بحکم الٰہی امت کو بتایا تھا کہ کوئی مسیح ابن مریمؑ آسمان پر نہیں گیا۔ آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ ختم نبوت اور انقطاع وحی والہام کے عقائد سراسر غلط ہیں۔ میرا آپ سے پھر سوال ہے کہ

حضرت مرزا صاحب نے جو نیا راستہ اختیار کیا تھا کیا یہ نیا راستہ غلط تھا؟ اگر چہ ان برگزیدہ انسانوں کی اقوام کی اکثریت نے آپ کی طرح انہیں نعوذ باللہ گمراہ قرار دیا تھا لیکن پھر بھی انکے اختیار کردہ نئے راستے غلط نہیں تھے۔ اگر ان برگزیدہ بندوں کے اختیار کردہ نئے راستے غلط نہیں تھے تو پھر میرا اختیار کردہ نیا راستہ کس طرح غلط ہے؟ کیا آپ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کے الہام اور کلام سے کوئی ایسا ثبوت دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالی نے آپؑ سے کوئی ایسا وعدہ کیا ہوا ہے کہ آپکے بعد اللہ تعالی آپکی جسمانی اولاد کو ہی اپنی رحمت اور فضل سے نوازے گا اور کسی کو نہیں؟ یہی روحانی بیماری حضرت موسیؑ کے بعد بنی اسرائیل کو بھی لگی تھی کہ ہم اللہ تعالی کی چنیدہ قوم ہیں اور اس کا فضل اور رحمت صرف ہمارے لیے ہی مخصوص ہے؟ آپ نے چک لوہٹ اور غوث گڑھ کی جماعت ہائے احمدیہ کے اخلاص کا ذکر فرمایا ہے اور میں بھی اسکی تصدیق کرتا ہوں۔ میرا آپ سے یہ بھی سوال ہے کہ آپکے پاس وہ کونسی دلیل ہے کہ اللہ تعالی کا فضل اور رحمت ان مخلص لوگوں میں سے کسی کے شامل حال نہیں ہوسکتی؟ کیا یہ مخلص لوگ بدقسمت تھے؟ آپ جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ ایک سچے انسان تھے اور آپؑ کی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی بھی قطعی طور پر سچی ہے۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ خلیفہ ثانی کے مصلح موعود ہونے کی کیا دلیل ہے؟ ایک خلیفہ ثانی تو کیا آپکا کوئی بھائی بھی اس الہامی بشارت کے دائرہ میں نہیں آتا۔ کیا آپ اس حقیقت کو جھٹلا سکتے ہیں؟ ایک آپ کیا پوری جماعت مل کر بھی خلیفہ ثانی کو مصلح موعود ثابت نہیں کرسکتی؟ ہاں خلیفہ ثانی نے ایک جھوٹا دعوی کیا اور جماعت احمدیہ کے ایک گروہ نے محض اخلاص اور اعتقاد کی بنا پر اسے قبول کرلیا۔ ایسے ہی جیسے امت مسلمہ نے حیات مسیح ناصریؑ کا بے بنیاد عقیدہ محض اعتقادی طور پر قبول کیا ہوا تھا۔ مزید تماشا یہ کہ خلیفہ ثانی نے جھوٹے دعوی کے بعد ایک دجالی اور جاسوسی نظام کیساتھ پوری جماعت کو یرغمال بنا کر اسے بدقسمت بنا دیا۔ فضل الٰہی اور رحمت الٰہی ملنا تو درکنار احمدی بیچارے نظام جماعت کی اجازت کے بغیر اب کوئی سچی خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اگر خلیفہ ثانی مصلح موعود نہیں تھے اور میں کہتا ہوں کہ وہ قطعی طور پر نہیں تھے اور اگر آپکو اس میں شک ہے تو میرا مضمون ''خلیفہ ثانی کے دعوی مصلح موعود کا تجزیہ اور اسکی حقیقت'' دوبارہ پڑھ لینا۔ تو پھر یقیناً کوئی دوسرا انسان مصلح موعود ہے کیونکہ پیشگوئی مصلح موعود تو قطعی طور پر سچی ہے۔ آج میں نے اس الہامی پیشگوئی کا دعوی کرکے اس کا الہامی ثبوت پوری جماعت کے آگے رکھا ہوا ہے۔ کیا آپ میرے اس الہامی ثبوت کو دلائل کیساتھ جھٹلا سکتے ہیں؟ ایک آپ کیا پوری جماعت قیامت تک اس الہامی ثبوت کو جھٹلا نہیں سکتی کیونکہ یہی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کی حقیقت ہے اور خاکسار ہی وہ موعود مصلح ہے ۔

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح ۔ کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا

چوہدری صاحب! ہوسکتا ہے آپکے ذہن میں یہ بات آئے کہ میں نے جن بزرگ ہستیوں کا اوپر ذکر کیا ہے وہ تو محترم انبیاؑ تھے۔ کیا آپ بھی نبی ہیں؟ یقیناً میں نبی نہیں لیکن ان کی سنت اور راستے پر چلنے والا ان کا ایک ادنی سا غلام ضرور ہوں۔ مزید یہ کہ اگر حق کی خاطر میرے اور میری نسل پر کوئی بجلی گرنی ہے تو میں اس سے کیسے بھاگ سکتا ہوں؟ میں تو اسی دن مر گیا تھا جس دن مجھے اللہ تعالی کی اس عظیم الشان رحمت کی خبر ملی تھی۔ میں اسے اپنی تقدیر سمجھ کر قبول کرچکا ہوں۔ آپ مجھے تباہی اور نسل کشی کی دھمکیاں نہ دیں۔ اس حق کی خاطر ہی کیا آل محمد ﷺ میدان کربلا میں نسل کشی نہیں کروا چکی؟ تو پھر میری اور میری اولاد کی کیا حیثیت ہے؟ اگر اللہ تعالی کو یہی منظور ہے تو میں اس کیلئے راضی برضا ہوں۔ یاد رکھنا یقیناً ۔

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

آپ فرماتے ہیں۔ ''ہم اپنی حیثیت کو اچھی طرح جانتے ہیں یہاں تو بڑے بڑے کلغی والے لدگئے ہم تو لاشئے محض ہیں۔ سوچیں، غور کریں اور اپنے متعلقین کو خوشی پہنچائیں۔ کان اللہ معکم۔''

جس خلافت احمدیہ بلکہ اصلاً محمودی مافیا کی آپ بات کررہے ہیں میں اسکی حقیقت اوپر بیان کرآیا ہوں۔ اس غلاظت نے دنیا کی حکومتوں اور بادشاہوں کو کیا ملیامیٹ کرنا ہے یہ تو خود حکومت برطانیہ سے پناہ کی بھیک مانگتی پھر رہی ہے۔ یاد رکھنا سچ ہمیشہ کمزوری کی حالت میں ظاہر ہوا اور اسکے مقابل پر جھوٹ کلغی والا ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں ۔

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر ۔ کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی ۔ میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں کہ میں غریب، بے حیثیت، بے ہنر اور گمنام تھا جبکہ آپکے مخالف سید نذیر حسین، مولوی محمد حسین بٹالوی اور دیگر پیر اور گدی نشین وغیرہ کلغی والے تھے۔ پھر ان کلغی والوں کا کیا انجام ہوا؟ آپ خوب جانتے ہیں۔ ہر زمانے میں سچ اور جھوٹ کے درمیان یہی معاملہ رہا ہے۔ کلغی والے لدجاتے ہیں اور غریب اور بے حیثیت بالآخر غالب آجاتے ہیں۔ آج بھی مجھ غریب کے مقابل پر جس غلاظت محمودیہ کی آپ بات کررہے ہیں وہ بھی اپنے آپکو کلغی والا سمجھتی ہے۔ انشاء اللہ تعالی یہ کلغیاں بکھر جائیں گی

اورآخری نتیجہ الٰہی منشا کے موافق نکلے گا۔ جہاں تک متعلقین کوخوشی پہنچانے کا سوال ہے تو میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے؟ میں نے صرف غلام مسیح الزماں ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اگر انکی نظر میں خاکسار غلطی خوردہ تھا تو یہ مجھے دلیل کیساتھ سمجھا دیتے۔ انہیں ایک فرعونی نظام کے کہنے پر مجھ سے مقاطعہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے تو اپنے گھر کا دروازہ کسی کیلئے بندنہیں کیا۔ میرا آپ سب سے سوال ہے کہ محترم ابوطالب اپنے محترم بھتیجے آنحضور ﷺ کے دعوی پر ایمان نہیں لائے تھے۔ لیکن اسکے باوجود چچا نے اپنے بھتیجے ﷺ کو کیا چھوڑ دیا تھا؟ حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی زوجہ کی اولاد نے بھی آپؑ کے دعوی کو آپکی زندگی میں نہیں مانا تھا؟ اور اسکے باوجود کیا آپؑ نے اپنی منکر اولاد کو اپنے گھر سے نکال دیا تھا یا ان سے مقاطعہ کرلیا تھا؟ تفکروا وتندموا واتقوا اللہ ولا تغلوا۔

خواب کی حقیقت۔ آپ فرماتے ہیں۔ ''میں رمضان المبارک کے ۲۴ اکتوبر تا ۳ نومبر ۲۰۰۵ء یورپ کی سب سے بڑی اور خوبصورت مسجد احمدیہ بیت الفتوح میں اعتکاف بیٹھا ہوں آج رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے بلانے پر چند دوست جو نیشنل مجلس عاملہ انصاراللہ یو۔ کے کیساتھ تعلق رکھتے ہیں وہ دفتر انصاراللہ (بیت الفتوح) میں آئے ہیں انکا تعلق انصاراللہ کے شعبہ ایثار کیساتھ ہے ان میں آپ بھی شامل ہیں خوبصورت لباس میں آپ بھلے معلوم ہوتے ہیں میں ان دوستوں کو کچھ باتیں بتا رہا ہوں جن کو آپ بھی غور سے سن رہے ہیں اور ان پر عمل کرنے کیلئے کمربستہ دکھائی دیتے ہیں۔ اس خواب کی بنا پر ہوسکتا ہے اللہ تعالی نے آپکی واپسی کے سامان کئے ہوں۔''

چوہدری صاحب! حضرت مسیح موعودؑ کے بقول خواب کی تین اقسام ہیں۔ نفسانی، شیطانی اور رحمانی۔ حضورؑ یہ بھی فرماتے ہیں کہ بعض اوقات ایک خواب تو سچی ہوتی ہے لیکن ہم اسکی تعبیر میں غلطی کر جاتے ہیں۔ مزید آپؑ فرماتے ہیں کہ اکثر خوابوں پر نفس کا رنگ چڑھ جاتا ہے اور خواب بین اپنے مخالف کو خواب میں بری حالت میں دیکھتا ہے۔ لیکن آپ نے اپنی خواب میں مجھے اچھی حالت میں دیکھا ہے۔ چوہدری صاحب! ۱۲ دسمبر ۲۰۰۳ء تک میں آپکی نظر میں ایک شریف اور لائق انسان تھا۔ لیکن اپنے دعوی غلام مسیح الزماں کے بعد میں آپکی نظر میں ایک ناپسندیدہ وجود بن گیا۔ اور یہ حقیقت آپکے خط سے عیاں ہے۔ آپ نے اپنی خواب میں خاکسار کو خوبصورت لباس اور بھلی حالت میں دیکھا ہے۔ آپ کی خواب یقیناً سچی ہے اور اس میں آپکے لیے ایک پیغام تھا۔ لیکن آپ نے تعصب کی بدولت اپنی سچی خواب کی تعبیر غلط کی ہے۔ میں آج آپکی خواب کے مطابق واقعی ایثار وقربانی کے میدان کربلا میں مع اپنے اہل وعیال کھڑا ہوں اور یہ وہی ایثار وقربانی ہے جو کہ پہلے راستباز بھی حق کی خاطر دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد آپکو سوچنا چاہیے تھا کہ آپ کہاں اور کن لوگوں کے دام فریب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ضروری نہیں کہ نبی کی طرح اسکی اولاد بھی اسکی طرح نیک ہو۔ اللہ تعالی نے اس دور میں مجھے ہدایت بخشی ہے اور میں اس ہدایت میں آپکو اور تمام جماعت کو بھی شامل کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ سب پر بھی رحم ہو۔ ایک آپ ہیں جو مجھے پھر اسی قید اور جھوٹ کی طرف بلا رہے ہیں۔ اللہ تعالی اپنے کلام میں فرماتا ہے کہ جب میں اپنے کسی بندے کو اپنی رحمت سے نوازتا ہوں تو دنیا میں اسکے بہت سارے حاسد پیدا ہو جاتے ہیں۔ آپ سے میری درخواست ہے کہ آپ ان حاسدین کے ٹولے میں شامل نہ ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات اللہ تعالی مومن کو خواب دکھاتا ہے اور بعض اوقات اس کیلئے دوسروں کو دکھاتا ہے۔ ایسی ہی ایک خواب میں آپکے لیے یہاں نقل کرتا ہوں۔ آپ ضرور اس پر سوچنا اور غور کرنا۔ میری خواب پر تو آپ نفسانی ہونے کا الزام لگا سکتے ہیں۔ لیکن یہ خواب میں نے نہیں دیکھی بلکہ کسی اور نے دیکھی ہے اور میں یہاں اسے لفظ بلفظ نقل کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی نہ معلوم گھر ہے لیکن ہے ہمارے ڈاور۔ اماں جان اور ساتھ میں دونوں بیٹھی ہوئی ہیں۔ باقی گھر والے بھی ہیں لیکن سب ٹھیک طرح سے نظر نہیں آتے۔ پھر دیکھتی ہوں کہ شمال کی طرف ہمارا منہ ہے۔ شمال کی طرف ہی آسمان پر چچا غفار کی بڑی اور رنگین تصویر نظر آتی ہے ایک جھلک کی طرح۔ میں اماں سے کہتی ہوں کہ دیکھو اماں چچا کی تصویر نظر آرہی ہے ساتھ ہی میرے آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ چچا کی تصویر فوراً ختم ہو جاتی ہے تو پھر ایک جھلک کی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر نظر آتی ہے۔ پھر ختم ہو جاتی ہے۔ والسلام آپکی بھتیجی مورخہ ۱۳ اپریل ۲۰۰۴ء

چوہدری صاحب! اس خواب میں ایک کھلا کھلا پیغام ہے۔ امید ہے آپ بھی اس پیغام کو سمجھ گئے ہونگے۔

آپ فرماتے ہیں۔ ''نویسندہ خط ہذا کا مختصر تعارف یہ ہے کہ میرا نام محمد ابراہیم ہے مجلس انصاراللہ پاکستان ربوہ کا پرانا واقف زندگی خادم ہوں پاکستان میں متعدد جماعتی مقدمات کی وجہ سے حسب ہدایت نظام جماعت پاکستان چھوڑنا پڑا اور اب دو سال سے لندن میں مقیم ہوں اور یہاں بھی یو۔ کے کے نیشنل دفتر انصاراللہ میں بطور ایڈیشنل قائد عمومی آنریری خدمات بجالا رہا ہوں۔ محمد رفیق سابق صدر جماعت احمدیہ کیل میرا بیٹا ہے۔''

چوہدری صاحب! آپ نے اپنے خط میں اپنا طویل تعارف کرایا ہے۔ حالانکہ آپ مجھے اور خاکسار آپکو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ اتنے لمبے چوڑے تعارف کی کیا ضرورت تھی؟

اسی طویل تعارف میں آپ نے اپنے لائق فرزند جناب محمد رفیق سابق صدر جماعت کیل کا بھی حوالہ دیا ہے۔محمودی نظام کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ پڑھے لکھے اور صاحب شعور افراد جماعت سے خوف کھاتا ہے اور چُن چُن کر جاہل اور ان پڑھ افراد ان پر مسلط کرتا ہے۔ یہ جاہل لوگ محمودی مفادات کا خوب تحفظ کرتے ہیں۔اپنے پلے تو کچھ ہوتا نہیں۔عہدہ دار بن کر پڑھے لکھے افراد کی خوب کھال ادھیڑتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کیل میں اس وقت گریجوایٹ، لاء گریجوایٹ حتی کہ پوسٹ گریجوایٹ بھی موجود ہیں۔لیکن محمودی نظام کو ان پر بھروسہ نہیں۔آجکل بھی چُن کر ایک ان پڑھ انگوٹھا چھاپ ان پر صدر مقرر کیا ہوا ہے۔اس صدر کو نہ نماز آتی ہے اور نہ ہی وہ قرآن پڑھ سکتا ہے۔مکمل طور پر جاہل۔جیسے سربراہ ویسے عہدیدار۔چوہدری صاحب! آپ ہی بتائیں اس محمودی نظام نے کیا خاک غلبۂ اسلام کرنا ہے؟ کیا یہی حقیقی اسلام ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔آپ ایم اے اردو ہیں۔آپ سے درخواست ہے کہ آپ پہلے اپنے لائق فرزند اور سابق صدر جماعت احمدیہ کیل کا اردو تلفظ درست کریں۔آپکے لائق فرزند اور سابق صدر جماعت احمدیہ کیل نے اکثر خطبات جمعہ میں اردو کے خوب ''پھٹے چکے آں''۔میں اگر عرض کرونگا تو شکایت ہوگی تاہم ''عاقل را اشارہ کافی است''۔آپکے جبری نظام کو اپنی آمریت قائم رکھنے کیلئے ایسے ہی لائق صدور کی ضرورت ہے۔چوہدری صاحب! میں ایک بہت مظلوم انسان ہوں۔اللہ تعالی نے مجھے بہت صابر بنایا ہے۔میں نے ہمیشہ ان پڑھوں کی بھی عزت کی ہے۔ثانیاً آپ نے میرے نام کے ساتھ چوہدری کا سَابِقہ ویسے ہی لگا دیا ہے۔ یہ تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ داڑھی کی طرح لفظ چوہدری بھی بہت بدنام ہو چکا ہے۔چوہدری وہ ہوتا ہے جو نافع الناس ہو۔وہ جو لوگوں کیلئے جیئے اور انکے دکھ درد بانٹے۔چوہدری ضرور ہوا کرتے تھے لیکن اب تو وہ بیچارے چھپتے پھر رہے ہیں۔آج کل تو ہر گلی اور ہر محلّہ نئے نئے چوہدریوں سے بھرا پڑا ہے۔جتنا بڑا چور اُچکا اتنا بڑا چوہدری، بالکل ایسے ہی ۔ کُجھ داڑھیاں نیں کُجھ جھاڑیاں نیں۔کُجھ لا مُو آتڑے ساڑیاں نیں۔

جناب چوہدری صاحب! عرصہ انیس سال سے جرمنی میں مقیم ہوں اور جماعت احمدیہ کیل کا صدر اور قائد بھی رہا ہوں۔اسکے علاوہ بھی اپنے مناسب حال جماعتی خدمات بجالاتا رہا ہوں۔اور بفضل اللہ تعالی یہاں میری شہرت بھی ایک شریف النفس، بے ضرر اور کم گو شخص کے طور پر رہی ہے اور ہے۔میں اور میرے اہل وعیال بفضل اللہ تعالی کبھی بھی اور کسی بھی پہلو سے کسی ''گناہ کبیرہ'' کے مرتکب نہیں ہوئے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے سلسلہ احمدیہ کے قیام کی جو غرض بتائی تھی اس پر ہمیشہ ہی اپنے آپکو کاربند رکھا اور اب بھی اسی نصب العین پر قائم ہوں الحمد للہ ثم الحمد للہ۔مگر اسکے باوجود ہوا کیا؟ ایک ایسے شخص کو اور اسکے اہل خانہ کو (جو ہمیشہ اطاعت کے دائرہ میں بھی رہے) بیک جُنبش قلم جماعت سے نکال دیا گیا۔محض اس جُرم کی پاداش میں کہ میں نے ایک نقطۂ نظر جماعت کے سامنے رکھا۔اسے دعوت فکر دی۔انعام رکھا۔جواب مانگا۔مگر کسی نے میری ایک نہ سنی۔سنتا بھی کون اور کیسے کہ ؎

بنے ہیں اہل ہوس مدعی بھی منصف بھی۔ کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں

بہرکیف مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ مگر اس میں میرے اہل وعیال کا کیا قصور تھا؟ نکالنا تھا تو صرف مجھے نکالتے۔لیکن نہیں ''جرم'' بہت بڑا تھا لہذا اسکی سزا بھی زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیے تھی۔ یہ درحقیقت دباؤ ڈالنے کے روایتی ہتھکنڈے ہیں۔ بیٹا جرم کرے تو باپ کو نکال دو۔ باپ کرے تو سب کو۔ ہماری تاریخ ایسے سیاہ واقعات سے بھری پڑی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو گھر گھر ''خانہ جنگی'' چاہتے ہیں۔ جنکے قول وفعل میں تضاد ہے۔اور جو نفس امارہ کے غلام ہیں۔

جناب من! آپ جانتے ہیں کہ امت محمدیہ ہر سو سال کے بعد گمراہ ہوتی رہی ہے اور آنحضرت ﷺ کی رحلت کے ربع صدی بعد ہی اصحاب محمد ﷺ نے اصحاب محمد ﷺ کی گردنیں کاٹیں تھیں۔تو آپکے پاس وہ کونسی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت آپکی رحلت کے بعد ہمیشہ صراط مستقیم پر قائم رہے گی اور کوئی گمراہی ان کو چُھو کر بھی نہیں جائے گی۔ایسا سوچنا بھی بہت بڑی گمراہی ہے۔آپؑ کی جماعت تو ایک صدی بھی رشد وہدایت پر قائم نہ رہ سکی چہ جائیکہ قیامت تک رہتی۔ضرور تھا کہ یہ جماعت گمراہ ہوتی اور پھر موعود مصلح کے ہاتھوں اس کی اصلاح ہوتی۔آپ سے درخواست ہے کہ میرا مضمون ''ختم نبوت کے بعد کیا مجددیت بھی ختم؟ ایک بار پھر پڑھنا اور سوچنا کہ خلیفہ ثانی اور اس کے جانشینوں نے اپنی نفسانی خواہشات کی خاطر ہمیں کس دلدل میں دھکیل دیا ہے؟ آپ پر فرض تھا کہ پہلے مجھے دلیل کے ساتھ سمجھاتے۔اگر اس میں کوئی روکاوٹ تھی یعنی نظام جماعت کی کوئی قدغن وغیرہ تو نظام جماعت سے اجازت لیکر اس روکاوٹ کو دور کرتے۔آپ نظام جماعت سے کہہ سکتے تھے کہ عبد الغفار جنبہ ہمارا عزیز ہے اور میں اسے سمجھانا چاہتا ہوں۔اگر میں آپکے دلائل سے مغلوب ہو کر بھی آپکی بات نہ مانتا تو پھر بے شک آپ مجھے ڈراتے اور دھمکاتے۔لیکن دلائل کیساتھ سمجھانے کی طرف تو آپ آئے ہی نہیں۔میں آپ سے گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد کا میں بھی بہت درد رکھتا ہوں۔ یہ درد اپنی جگہ پر لیکن سچائی مجھے عزیز تر ہے۔جب میں سوچتا ہوں کہ ان لوگوں نے اپنے عظیم باپ کی عظمت کو اپنی نفسانی خواہشات کی خاطر کس طرح داغدار اور misuse کیا ہے تو میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔آپ اپنی فکر کریں کہ آپ کن لوگوں کی وکالت کر رہے ہیں؟

دردمندانہ گذارش۔

آپ سے دردمندانہ اپیل ہے کہ اگر میں آپکی نظر میں صراط مستقیم سے بھٹک گیا ہوں تو از راہ کرم مجھے ڈرایئے اور دھمکایئے نہیں بلکہ اس گمراہی سے نکالیے۔ آپ یاد رکھیں کہ بھٹکے ہوؤں کو صراطِ مستقیم کی طرف لے آنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ میرے گھر کے دروازے نہ صرف آپکے لیے بلکہ ہر اس انسان کیلئے کھلے ہیں جو صدق نیت سے مجھے سمجھانا چاہے۔ لیکن آپ لوگ جس دجالی نظام کے شکنجے میں پھنسے ہوئے ہیں وہ ہرگز آپکو اسکی اجازت نہیں دے گا کیونکہ اسے اپنی بنیاد کا خوب علم ہے۔ ذیل میں چند گذارشات آپکے آگے رکھتا ہوں۔ اگر ہوسکے تو میری راہنمائی فرمانا۔ خلیفہ رابع کی نظم جو دسمبر ۱۹۸۳ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر پڑھی گئی تھی کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

دوگھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! آفت ظلمت و جور ٹل جائے گی ۔ آہ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رخ پلٹ جائے گا رت بدل جائے گی

کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ اس شعر میں کس مومن کی آہ کا ذکر کیا گیا ہے جسکی بدولت طوفان کا رخ پلٹنے اور رُت بدلنے والی ہے؟

یہ دعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اژدھا ۔ آج بھی دیکھنا مردحق کی دعا سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی

کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ یہ کس ''مردحق کی دعا'' ہے جو سحر کی ناگنوں کو نگلنے والی ہے؟

عصر بیمار کا ہے مرض لا دوا، کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا ۔ اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اٹھا، موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ یہ غلام مسیح الزماں کون ہے جسکے ہاتھ اٹھانے سے بیمار زمانہ شفا پانے والا ہے؟

جلسہ سالانہ یوکے ۱۹۸۶ء کے موقعہ پر آپ کی نظم کے ہی اشعار۔ آپ فرماتے ہیں۔

بساطِ دنیا الٹ رہی ہے۔ حسین اور پائدار نقشے ۔ جہان نو کے اُبھر رہے ہیں بدل رہا ہے نظام کہنا

کلید فتح و ظفر تھمائی تمہیں خدا نے اب آسماں پر ۔ نشان فتح و ظفر ہے لکھا گیا تمہارے ہی نام کہنا

کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ یہ کلیدِ فتح و ظفر کون اور کیا ہے جو اب حضورؒ کی جماعت کو آسمان پر تھمائی دی گئی ہے؟

یہ اشعار بطور مُشتے نمونہ از خروارے نقل کر رہا ہوں جبکہ خلیفہ رابع نے خلیفہ بنتے ہی اپنے اشعار اور خطبات میں آنیوالے کی خوب کھول کھول کر بشارات دی ہیں۔ یہ سوالات میں نے خلیفہ رابع سے بھی پوچھے تھے اور یہ انکی ذمہ داری تھی کہ وہ مجھے جواب دیتے لیکن جواب ندارد۔ مکمل خاموشی۔ اس مکمل خاموشی کی وجہ کو وہ بھی جانتے تھے اور میں بھی الحمدللہ جانتا ہوں۔ ان ہلکے پھلکے سوالات کے علاوہ میرے آپکے اور جماعت احمدیہ کے آگے دو سوالات ہیں۔ ان سوالات کے جوابات دیکر میری راہنمائی کیجئے۔ آپ کا خط میرے پاس ہے۔ اگر آپ نے میری راہنمائی نہ کی تو قیامت کے روز آپ کا خط اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرکے یہ فریاد ضرور کروں گا کہ اگر میں ان لوگوں کی نظر میں صراط مستقیم سے بھٹک گیا تھا تو انہوں نے میری راہنمائی کیوں نہیں کی؟ سوال درج ذیل ہیں۔

سوال نمبر۱۔ قرآن مجید اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کی روشنی میں خلیفہ ثانی پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ ہی میں نہیں آتے چہ جائیکہ آپکا دعویٰ مصلح موعود سچا ہو؟

سوال نمبر۲۔ کیا آپ میرے الٰہی نظریہ ''نیکی خدا ہے'' کو جھٹلا سکتے ہیں؟ یہ نظریہ الہامی پیشگوئی مصلح موعود کی حقیقت پر مبنی ہے اور یہی میرے دعویٰ مصلح موعود کا الہامی ثبوت ہے۔

اگر آپ میرے ان دونوں سوالوں کو غلط ثابت کر گئے تو میں اپنے وعدہ کے مطابق انعامی رقم آپکے حوالے کرنے کے علاوہ جیسا کہ آپ نے مجھے معافی مانگنے کیلئے کہا ہے وہ سب کچھ کرونگا۔ لیکن اگر آپ میرے سوالات کو جھٹلا نہ سکے تو پھر کیا آپ سب کیلئے یہ لمحہ فکریہ نہیں ہے؟ آپ سوچنا اور غور کرنا؟ آخر میں حضورؑ کے اس ارشاد پر اپنے خط کو ختم کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

﴿اسکے عجائبات قدرت اسی طرح پر ہمیشہ ظہور فرماتے ہیں کہ وہ غریبوں اور حقیروں کو عزت بخشتا ہے اور بڑے بڑے معززوں اور بلند مرتبہ لوگوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء اسکے آستانہ فیض سے بکلی بےنصیب اور محروم رہ جاتے ہیں اور ایک ذلیل حقیر امی جاہل نالائق منتخب ہو کر مقبولین کی جماعت میں داخل کر لیا جاتا ہے۔ ہمیشہ سے اسکی کچھ ایسی ہی عادت ہے اور قدیم سے وہ ایسا ہی کرتا چلا آیا ہے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔﴾ (روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۱۴۱)

چوہدری صاحب! کیا حضورؑ کے ان الفاظ کے بعد بھی آپ میری حیثیت کا رونا روتے پھریں گے؟ اگر آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کو زبان سے مانا ہے تو پھر آپؑ کی تعلیمات پر بھی دل سے ایمان لاؤ۔ ان مہذب مذہبی ڈاکوؤں سے جان چھڑاؤ جن کی بغل میں چھری اور منہ میں رام رام ہے۔ حقیقت پرست بنو نہ کہ لکیروں کے فقیر۔ میں تنقید کا قائل نہیں اور نہ

ہی اسے پسند کرتا ہوں لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی سنت کے مطابق بغرض علاج تلخ الفاظ کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ ضروری سمجھتا ہوں۔

خاکسار۔ عبدالغفار جنبہ۔ ۲۲ دسمبر ۲۰۰۵ء